سوال نمبر 2 :

اسلام میں توحید کے تصور کی وضاحت کریں۔ یہ عقیدہ مومنوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

اسلام میں توحید کا تصور :

توحید اسلام کا بنیادی اور مرکزی عقیدہ ہے، جس کا لغوی معنی "ایک جاننا" یا "یکتا ماننا" ہے۔ اصطلاحاً اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور حقوق میں یکتا اور بے مثال ماننا ہے۔

توحید کی بنیادی تین اقسام ہیں۔ جن کی بنیاد پر مومنوں کا عقیدہ استوار ہوتا ہے۔

1۔ اللہ کا خالق اور مالک ہونا :

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا مالک، رازق، مدبر اور حاکم ہے۔ صرف وہی ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔

قرآنی حوالہ:

"آپ کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب رب العالمین کے لیے ہے۔"

(سورۃ الانعام : 162)

۲. توحید عبادت:

یہ توحید کی سب سے اہم قسم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تمام قسم کی عبادتیں، دعائیں، سجدے اور مدد طلبی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ اس میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وہ توحید ہے جس کی دعوت تمام انبیاء اور رسولوں نے دی۔

ترجمہ: "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔"

(سورۃ فاتحہ : 5)

بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

(صحیح بخاری)

۳. توحید اسماء و صفات:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو نام ہیں، صفات ہیں۔ ان کو کسی تشبیہ یا تعطیل کے بغیر اسی طرح مانا جائے جیسے اس کی شان کے لائق ہیں۔

ترجمہ: "کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

(سورۃ الشوریٰ: 11)

توحید کا مومنوں کی زندگی پر اثر :

توحید کا عقیدہ مومن کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اور زندگی کی تمام شعبوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

انفرادی زندگی پر اثرات :

1۔ حقیقی آزادی اور عزت نفس :

• ایک انسان صرف اللہ کے سامنے جھکتا ہے، جس سے وہ کسی بھی مخلوق، حکمران، یا توہم پرستی کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

2۔ خوف اور بے چینی کا خاتمہ :

جب مومن یہ جانتا ہے کہ کائنات کی ہر طاقت اور تقدیر کا فیصلہ صرف ایک ہی ذات کے ہاتھ میں ہے تو وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔

ترجمہ: "ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی"
(سورہ یونس 62-63)

3۔ عظیم اخلاق کی بنیاد :

توحید انسان کو صبر، تقویٰ، سچائی اور امانت داری اور استقامت جیسے اوصاف اپنانے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے خالق کی نگرانی میں ہے۔

۔ اجتماعی زندگی پر اثرات:

1۔ انسانی مساوات اور اخوت:

توحید کی رو سے تمام انسانوں کا خالق ایک ہے۔ لہذا نسل، رنگ اور مال و دولت کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں ہے۔

ترجمہ: "اے لوگو! خبردار۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ سنو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، مگر صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔" (مسند احمد)

2۔ عدل اور انصاف کا قیام:

توحید پر مبنی معاشرہ کسی طبقاتی مفاد یا شخصی خواہش کے بجائے صرف اللہ کے مقرر کردہ عدل اور قوانین کو نافذ کرتا ہے۔ جس سے اجتماعی زندگی میں امن و امان قائم ہوتا ہے۔

3۔ اتحاد اور مقصدیت عمل:

تمام مومن ایک ہی معبود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس سے ان کے مقاصد اور سمت ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ مشترکہ مرکزیت انہیں ایک عظیم امت میں متحد کر دیتی ہے۔

سوال نمبر 5:

قرآن و سنت سے ماخوذ اسلامی نظام انتظامیہ اصول بیان کریں۔ خلافت راشدہ کے دور میں انتظامی امور میں کن رہنما اصولوں پر عمل کیا گیا؟

اسلامی نظام انتظامیہ کے بنیادی اصول قرآن و سنت سے ماخوذ:

اسلامی نظام انتظامیہ کی بنیاد چند آفاقی اصولوں پر ہے جو قرآن و سنت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ یہ اصول حکمرانی اور انتظامی امور کے ہر شعبے میں راہنمائی فراہم کرتے ہیں:

1۔ حاکمیت الہیہ:

یہ سب سے بنیادی اصول ہے کہ کائنات میں اصل قانون ساز اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ریاست کا کوئی قانون یا انتظامی حکم شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ (سورہ یوسف: 40)

2۔ عدل و انصاف:

بلا تفریق رنگ و نسل عام شہریوں کو مساوی

اخلاق فراہم کرنا۔

ترجمہ: حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ عدل کے تقاضے پورے کریں (سورۃ النحل)

3۔ شورائیت و مشاورت:

حکومتی فیصلے باہمی مشاورت سے کیے جائیں۔

ترجمہ۔ یہ خلیفہ کے لیے مشاورتی کونسل سے رائے لینا ضروری بناتا ہے (سورۃ الشوریٰ : 38)

4۔ امانت اور اہلیت:

حکومتی عہدے اور ذمہ داریاں امانت ہیں لہذا صرف اس کے اہل اور دیانت دار افراد کو سونپی جائیں

القرآن:
ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا
(سورۃ النساء: 58)

5۔ احتساب:

حکمران اور انتظامی عہدیدار دونوں اللہ کے سامنے اور عوام کے سامنے جوابدہ ہیں۔ کسی بھی فرد کو اختیارات کا ناجائز استعمال کی اجازت نہیں۔

خلافت راشدہ کے انتظامی اصول:

خلافت راشدہ کا دور اسلامی ریاست کے انتظامی امور کا مثالی نمونہ ہے۔ اس دور میں یہ رہنما اصول اختیار کیے گئے:

1. انتخابی عمل اور نیابت:

خلیفہ کا انتخاب آزادانہ مشاورت اور عوامی بیعت کی بنیاد پر کیا جاتا تھا، جس میں جبر یا وراثت کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ طریقہ آج کے دور میں "جمہوری روح" کے قریب تر تھا۔ خلیفہ کو حضرت محمدؐ کی نیابت میں شریعت کو نافذ کرنے کا عملی ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔

2. ادارہ جاتی اصلاحات اور وسعت:

• صوبائی نظام اور گورنروں کا تقرر:

حضرت عمر فاروقؓ نے وسیع ہوتی سلطنت کو منظم کرنے کے لیے صوبوں میں تقسیم کیا اور ہر صوبے میں با اختیار گورنر مقرر کیے۔ گورنروں کو ہر سال حج کے موقع پر حساب دینے کے لیے طلب کیا جاتا تھا۔

• **مالیاتی نظام:** بیت المال کو محض ایک خزانے سے بڑھا کر ایک منظم مالیاتی ادارے کی شکل دی گئی۔ آمدنی کے ذرائع کو اکٹھا کیا گیا اور ضرورت مندوں، فوجیوں اور عام شہریوں کے حصے مقرر کیے گئے۔

• **عدلیہ کی آزادی:** عدلیہ کو انتظامیہ کے دباؤ سے مکمل طور پر آزاد رکھا گیا اور ہر صوبے میں مستقل قاضی مقرر کیے گئے۔ جنہیں معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ مالی معاملات میں غیر جانبدار رہیں۔

3. احتساب اور نگرانی:

• **نظامِ حسبہ:** حضرت عمرؓ نے شہر میں محتسب مقرر کیے جو بازاروں کی نگرانی، ناپ تول کی [illegible] درستگی

اور عوامی اخلاقیات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ یہ ادارہ قانون اور احتساب کی بنیاد بنا۔

- **عہدیداروں کا احتساب:** گورنروں اور اعلیٰ حکام کے تقرری کے وقت ان کے مالی ریکارڈ کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی۔

6۔ اجتہاد اور قانون کی تشریح:

- **اجتہاد اجتماعی:** خلفائے راشدین بڑے مسائل کو حل کرنے کے لیے جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک کونسل سے مشورہ کرتے تھے۔ مثال کے طور پر مفتوحہ زمینوں پر خراج ٹیکس کا فیصلہ اسی اصول کے تحت ہوا۔

- **شرعی بنیاد:** تمام انتظامی فیصلے اور قانون سازی کی بنیاد قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی سنت پر ہوتی تھی۔

خلافت راشدہ دراصل اسلامی نظریے کو عملی شکل دینے کا وہ تاریخی دور ہے جہاں عدل، مشاورت اور احتساب جیسے اصولوں کو حکومتی سطح پر ایک منظم ڈھانچہ فراہم کیا گیا۔

سوال نمبر ۶

مسلم دنیا میں انتہا پسندی کے اسباب کا تنقیدی جائزہ لیں۔ امن، رواداری اور اعتدال کو فروغ دینے کے لیے اسلامی تعلیمات کو کس طرح عملی طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے؟

مسلم دنیا میں انتہا پسندی کے اسباب کا تنقیدی جائزہ:

انتہا پسندی کا مطلب

ایسے نظریات یا اعمال ہیں جو معاشرے کے مرکزی دھارے کے دو طرف سے بہت دور ہوں بعض اوقات تشدد پر مبنی ہوں۔

۱۔ مذہبی اور نظریاتی اسباب:

• تشریح میں انحراف:

اسلامی اصول

کی انتہا پسندانہ اور محدود تشریح خاص طور پر جہاد جیسے تصورات کو ان کے وسیع معنوں سے ہٹا کر صرف مسلح تصادم تک محدود کر دینا۔

دین کے معاملات میں حد سے : Extremism and Exaggeration.
تجاوز جو اسلامی تعلیمات کی روح کے خلاف ہے۔ یہ رویہ مختلف مکاتب فکر کو کافر یا گمراہ دینے اور تشدد کا جواز فراہم کرنے کا سبب بنتا ہے

. مذہبی کم عقلی یا نامکمل علم:

مذہبی تعلیم کی کمی یا صرف انتہا پسندانہ ذرائع سے علم حاصل کرنا۔ جسے وہ آسانی سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

۲۔ سیاسی اور سماجی اسباب:

. ناانصافی اور جبر: کئی مسلم ممالک میں سیاسی ناانصافی، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور سیاسی جبر کی طویل تاریخ نے نوجوانوں میں غصہ اور مایوسی پیدا کی ہے۔ یہ عوامل بعض اوقات انتہا پسندانہ گروہوں کی طرف رجحان کا باعث بنتے ہیں۔

. پسماندگی اور عدم مساوات:

غربت، بے روزگاری اور سماجی عدم مساوات ایک ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں جہاں انتہا پسند گروہ مالی امداد کا جھانسا دے کر لوگوں کو اپنی طرف راغب کر سکتے ہیں۔

. علمی اور تعلیمی اسباب:

. علمی جمود: جدید دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اجتہاد کی کمی اور پرانے فکری سانچوں پر اصرار۔

. تعلیمی نظام کی ناکامی: تعلیمی نصابوں کی کمی جو طلباء کو تنقیدی سوچ، رواداری اور کثیرالثقافتی معاشروں میں رہنے کی تعلیم دیں۔

امن، رواداری اور اعتدال کو فروغ دینے کے اسلامی تعلیمات کا عملی نفاذ:

اسلام کے بنیادی معنی سلامتی کے ہیں اور اس کی تعلیمات اعتدال، امن اور رواداری پر زور دیتی ہیں۔ ان اقدار کو عملی طور پر نافذ کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ تعلیمی اور نظریاتی اصلاحات:

• اعتدال پسند نصاب: دینی اور عصری تعلیمی نظاموں کو ہم آہنگ کیا جائے اور ایسے نصاب متعارف کرائے جائیں جو اسلام کی روح کو اجاگر کریں اور سخت گیری کی تردید کریں۔

• اجتہاد اور جدید فقہ: اجتہاد کے دروازے کھولے جائیں تاکہ علماء عصری مسائل کا حل ~~...~~ اسلامی اصولوں کی روشنی میں اعتدال اور تقاضوں کے مطابق پیش کر سکیں۔

• علمائے کرام کا کردار: مستند اور اعتدال پسند علمائے کرام اور مبلغین کو بااختیار بنایا جائے کہ وہ سوشل میڈیا سمیت تمام پلیٹ فارمز پر انتہا پسند نظریات کا منہ توڑ فکری رد پیش کریں۔

۲۔ معاشرتی اور سماجی فروغ:

• بین المذاہب مکالمہ: تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے درمیان احترام پر مبنی مکالمہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ تاکہ معاشرے میں رواداری کو فروغ ملے اور باہمی تفہیم پیدا ہو۔

- **مساوات اور انصاف کا قیام:** قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانے، ناانصافی، جبر کا خاتمہ کریں۔ انصاف کا قیام انتہا پسندی کی سیاسی حرکات کو کمزور کرتا ہے۔

- **معاشی خوشحالی:** غربت اور بے روزگاری کو کم کرنے کے لیے معاشی مواقع پیدا کیے جائیں تاکہ نوجوانوں کو انتہا پسند گروہوں کی طرف راغب ہونے کے بجائے تعمیری سرگرمیوں میں مصروف کیا جا سکے۔

۴۔ ذرائع ابلاغ اور ڈیجیٹل کردار:

- **مثبت بیانیہ:** میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر امن، محبت اور اعتدال پر مبنی اسلامی تعلیمات کا مضبوط اور موثر بیانیہ پھیلایا جائے تاکہ انتہا پسندوں کے پروپیگنڈے کا مقابلہ کیا جا سکے۔
- **مثبت رول ماڈلز:** کامیاب، اعتدال پسند اور پر امن مسلمانوں کی کہانیوں کو اجاگر کیا جائے جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر معاشرے میں مثبت کردار ادا کر رہے ہیں۔

سیاسی عزم، علمی رہنمائی اور اجتماعی کوشش کو بروئے کار لایا جائے تاکہ اسلام کی حقیقی، اعتدال اور پر امن روح کو معاشرے میں غالب کیا جا سکے۔